ادبیات

غلاموں کی دنیا

از جناب نہال صاحب سیوہاروی

بے عمل بے آب و تابِ زندگی بے ننگ و نام
آہ وہ دنیا جہاں کے رہنے والے ہوں غلام

جس کے انسانوں کو ننگِ عالمِ انساں کہیں
کہنے والے زندگی کا جس کو گورستاں کہیں

دیکھنا ہے کیا صفحۂ عبرت غلاموں کا جہاں
سربسر اک عالمِ ظلمت، غلاموں کا جہاں

یہ وہ عالم ہے جہاں عشرت کی ارزانی نہ ڈھونڈ
عیش کوشی، عیش رانی، عیش سامانی نہ ڈھونڈ

رہنے والے اس زمیں کے مرکزِ آلام ہیں
یہ وہ صہبا نوش ہیں جن کے شکستہ جام ہیں

کارگاہِ دہر میں تقدیر کے ہیٹے ہیں یہ
جن کی جنت چھن چکی آدم کے وہ بیٹے ہیں یہ

ان کو کیا معلوم کس صورت سے جینا چاہیئے
کس طرح بے منتِ اغیار پینا چاہیئے

ان کو کیا معلوم ہے ہستی کا نصب العین کیا
یہ جہاں کہتا ہے آزادی کسے، ہے چین کیا

ان کو کیا معلوم کیا ہے شیوۂ مردانِ کار
آدمی کیونکر بدل دیتے ہیں رنگِ روزگار

ان کو کیا معلوم! کیا ہے عظمتِ خاکِ وطن
چاہتی ہے کیا فغانِ سینۂ چاکِ وطن

ان کو کیا معلوم! کیا ہے منزلت انسان کی
یہ غلامی کو سمجھتے ہیں صفت انسان کی

ان کو کیا معلوم! کیا ہوتا ہے احساسِ خودی
آدمیت کیلئے لازم ہے کیوں پاسِ خودی

ان کو کیا معلوم! اس عالم کی آقائی ہے کیا
یہ سمجھتے ہی نہیں پربت ہے کیا؟ رائی ہے کیا

ان کو کیا معلوم! کیا ہیں پرچم و تخت و کلاہ
زندگانی ہے غلاموں کے تخیل میں گناہ

ان کو کیا معلوم یہ عالم بہارِ عیش ہے — ان کی دنیائے غلامی سوگوارِ عیش ہے
ان کو کیا معلوم کیا ہے رزم طوفانوں کے ساتھ — ان کو دیکھا ہی نہیں پُرجوش ارمانوں کے ساتھ .

زندگی ہے جس کی شکلِ موت اُس عالم کو دیکھ — دیکھنے والے غلاموں کے جہانِ غم کو دیکھ
ہے بظاہر عالمِ زندہ مگر زندہ نہیں — اس کے سینہ میں شرارِ زیست تابندہ نہیں
انتہائے خواب کے سانچہ میں ہے ڈھالی ہوئی — ہے یہ دنیا موت کے آغوش میں پالی ہوئی
ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا نشانِ انقلاب — دور ہے اس سرزمیں سے کاروانِ انقلاب
گردشِ ایام کا کچھ زور چلتا ہی نہیں — حشر بھی آئے تو یہ عالم بدلتا ہی نہیں
شام کی ظلمت کو اندازِ سحر آتا نہیں — یہ وہ دنیا ہے جسے کوئی ہنر آتا نہیں
آدمی اس سرزمیں پر ہے ہلاکِ بندگی — یعنی فرضِ زندگی ہے انہماکِ بندگی
خواجگی کا تابعِ احکام انساں ہے یہاں — بندگی کہتے ہیں جس کو اصل ایماں ہے یہاں
جانتا ہے بندگی کو نیک نامی الاماں — الاماں! اے جہلِ دنیائے غلامی الاماں
آہ! ذہنیت یہ دنیائے جہالت خیز کی — کوہکن کو فکر ہے خوشنودیِ پرویز کی
اس جہاں کے کاخ و کو میں شاہراہوں میں غلام — مسجدوں میں مندروں میں خانقاہوں میں غلام
لب پہ خواب آور ترانے اور ارادے پست ہیں — اس جہاں کے نغمہ پیرا و سخنور مست ہیں
جن کے آبا فخر تھے اس عالمِ ایجاد کے — ان کے بچوں کی گذر ٹکڑوں پہ ہے صیاد کے
ایک ہی عالم میں شیخ و برہمن پاتا ہوں میں — کوئی ملت ہو غلامی کا چلن پاتا ہوں میں

وہ غلامی جس سے ہو بے نورِ ہستی کا چراغ — ہوش جس کے نام پر رخصت ہو مختل ہو دماغ
وہ غلامی خود شناسی سے جو بیگانہ کرے — آپ کو کھو کر طوافِ شمع پروانہ کرے
وہ غلامی ننگِ انساں کا عدو جس کو کہیں — دشمنِ ناموسِ ایماں کا عدو جس کو کہیں